Tauseeq, Volume. 6, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v6i2.1

Received: 30-10-2025
Accepted: 05-12-2025
Published: 30-12-2025

مہاجرین کی نفسیات پر عالمگیریت کے اثرات: ایک تجزیہ

Impact of Globalization on the Psychology of Immigrants: An Analysis

شمائلہ اقبال *

ڈاکٹر محمد حامد

Abstract:

The article under study is an analysis of impact of globalization on immigrants. The study is based on the qualitative research applying the tool of content analysis. The global scenario depicts that globalization is affecting the world in many aspects, like ideology, politics, economy, culture and language. Its impacts are so powerful that cannot be avoided. It is spreading over the earth like the jungle fire. It is its impact that migration from the backward countries to the developed countries is on its full zenith. The immigrants are undergoing so many psychological changes but even then they tend to become tools of spreading the globalization. They sacrifice their ideology, culture to get economic well-being and peaceful lives. The pride of immigrants influence the rest of the people in their native countries and the stream of immigration gets more power.

Keywords: Globalization, immigrants, psychological effects, ideology, politics, economic well-being, under-developed countries, developed countries.

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ گرلز کالج سرائے صالح، ہری پور

استاد شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج زروبی، صوابی

دورِ موجود میں انسانی زندگی، تہذیب، سوچ اور خواہشات سب عالمگیریت (Globalization) کی زد میں ہے۔ عالمگیریت کے اثرات بہت وسیع اور ہمہ گیر ہیں۔ عالمگیریت جدید دور کا وہ رجحان ہے جس کے تحت دنیا عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر رہی ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ یا ملک اب اکیلا نہیں رہ سکتا۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کے انسانوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔ موبائل، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے دنیا کو ملا دیا ہے۔ اسی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں نے زمین کے ایک گوشے میں پیدا ہونے یا بننے والی چیز کو زمین کے دوسرے گوشے تک پہنچا دیا ہے۔ ملکی حدود محض سیاسی حدود رہ گئی ہیں، تجارتی اور لاسلکی نظام پر یہ حدود لاگو نہیں ہوتیں۔۔ "فرانسیسی زبان میں عالمگیریت کے لیے Mondialization کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی Internationalization اور Universalization کے آتے ہیں"۔ صدف سلطان کے الفاظ میں:

> عالمگیریت ایک کثیر الجہات لفظ ہے جس کی تعریف مختلف علوم کے ماہرین اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کرتے ہیں۔ ماہرینِ اقتصادیات اس کو معیشت کا عالمی پھیلاؤ قرار دیتے ہیں۔ عمرانیات کے ماہرین اسے کلچر کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور عالمگیریت کے ثقافتی اثرات اور تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ سیاسی نقطۂ نظر رکھنے والوں کے لیے سیاسی انتظامات و تنظیمات میں تبدیلیاں اہمیت کی حامل ہیں۔ کچھ ماہرین نے ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی تبدیلیوں اور مواصلاتی انقلاب کو Globalization سے منسلک کیا ہے۔(۱)

ناصر عباس نیّر عالمگیریت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "عالمگیریت اپنی اصل میں سرمایہ دارانہ ہے؛ قسم قسم کی صنعتی اشیا کو مسلسل پیدا کرنا، انھیں دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا، ان کے صَرف کے لیے نئی نئی انسانی ضرورتوں کی 'تخلیق' کرنا، ان کے لیے ذہن سازی کرنا، قوانین بنانا، قومی حکومتوں کے کردار کو کم کرنا، ثقافت و زبان کو بروئے کار لانا، عالمگیریت کی خصوصیات ہیں"۔(۲)

عالمگیریت کی کئی جہات ہیں: نظریاتی عالمگیریت، سیاسی عالمگیریت، اقتصادی عالمگیریت، معاشرتی/ثقافتی عالمگیریت، لسانی عالمگیریت۔ عالمگیریت کا پہیہ ان تمام جہات کی طرف مسلسل حرکت میں ہے اور ہر طرف پھیل رہا ہے اور انسانی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ بقولِ مولانا یاسر ندیم:

عالمگیریت جو شروع میں عالمی اقتصادیات کی ایک تحریک کے طور پر ظاہر ہوئی تھی، اب اقتصادی حدود سے بہت آگے نکل چکا ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ اب عالمی منڈیوں پر اموالِ تجارت کے ساتھ ساتھ سیاست، ثقافت اور تعلیم جیسے شعبوں پر بھی عالم گیریت کا مہیب سایہ چھایا ہوا ہے۔(۳)

عالمگیریت کی پرچھائیں ہر طرف چھا رہی ہیں۔اس کے اثرات بڑے ہمہ گیر ہیں۔ بادی النظر میں اس کے اثرات میں بہتری کا پلڑا امیر ممالک اور امیر افراد کی طرف جھکا نظر آتا ہے، لیکن دوسری طرف غریب ممالک کے عوام کے لیے بھی اس میں مقابلے کا رجحان ضرور پیدا ہو رہا ہے اور وہ دنیا کے رجحانات و ضروریات سے واقف ہو رہے ہیں۔ عالمگیریت کے اثرات پر بحث کرتے ہوئے عرفان احسن پاشا لکھتے ہیں:

عالمگیریت کے فوائد کا پلڑا عموماً ترقی یافتہ اور امیر ممالک کی طرف جھکا ہوا ہے جب کہ نقصانات کا زیادہ تر سامنا غریب اور ترقی پذیر ممالک کو کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے صارف ملکوں کا سرمایہ امیر ملکوں میں چلا جاتا ہے۔ مقامی ثقافتوں کی شناخت مٹ رہی ہے۔جدید ترین کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کی وجہ سے دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے ۔ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کا مسئلہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ مقامی کاروبار ختم ہونے سے بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ جرائم اور دہشت گردی میں جدت اور اضافہ ہو رہا ہے۔ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان بڑھ گیا ہے۔۔۔۔ سرمائے کے ارتکاز سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہے ہیں۔(۴)

زیرِ نظر موضوع کا دوسرا جُز نفسیات ہے۔ نفسیات انسانی اندرونی رجحانات و ہیجانات کا مطالعہ ہے جو فرد کے اعمال و رویوں کے ذریعے سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ انسان کے اندرون کی دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی جھلکیاں اس کے رویوں اور اعمال و الفاظ میں نظر آتی ہیں۔ علمِ نفسیات انھی عناصر کے مطالعے سے انسان کے ذہن و قلب تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ نفسیات میں عوامل و نتائج کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ نفسیات یہ مطالعہ کرتی ہے کہ کس طرح عوامل کے ذریعے سے نتائج تبدیل کیے جا سکتے ہیں، یا نتائج کو دیکھ کے عوامل کا کیسے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ واٹسن کرداری نفسیات کا بانی سمجھا جاتا ہے اس کے مطابق نفسیاتی مطالعے کا بنیادی مرکز کردار و رویے ہیں:

> Psychology for Watson was "that division of natural science which takes human behavior…the doings and sayings , both learned and unlearned, of people as its subject matter"……Watson's behaviourism has two specific objectives: to predict the response, knowing stimulus, and to predict (really postdict) the stimulus, knowing the response. (۵)

علمِ نفسیات نے شعور، تحت الشعور، لاشعور؛ انفرادی واجتماعی لاشعور، اساسی نقوش؛ اور احساسِ کمتری و برتری کے مطالعات پیش کر کے انسانی بطون کے اندر جھانکنے کی کوشش کی ہے۔ یہ امر مبنی بر حقیقت بھی ہے کہ انسانی عمل اور ردعمل کے سر چشمے اندرون ہی سے پھوٹتے ہیں۔ انسان کے تمام مشاہدات واحساسات پہلے باہر سے اندر کی طرف سفر کرتے ہیں تبھی جا کے اندر سے باہر عمل یا ردعمل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس پورے مکینزم کا مطالعہ نفسیات کا موضوع ہے۔ رئیس امروہوی کے الفاظ میں انسانی زندگی میں نفسیات کی اہمیت یہ ہے:

> ہم گوشت کے بنے ہوئے نہیں، خیالات کے بُنے ہوئے یا خیالات کے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانی شخصیت (شخص سے بحث نہیں) کی بناوٹ میں گوشت پوست کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ در حقیقت ہماری شخصیت کی تعمیر ہمارا تصور اور تخیل کرتا ہے، ہم وہی ہیں جو سوچتے ہیں۔ یہ "سوچ" ہی تو ہے جو شخص میں شخصیت، آدمی میں آدمیت اور فرد میں انفرادیت پیدا کرتی ہے۔ انسانی شعور صرف کائنات ہی کو وجود میں نہیں لاتا، نئے انسان اور نئے آدمی کو بھی وجود میں لاتا ہے۔ آپ کے تمام اقوال و افعال محض آپ کے طرزِ فکر کے آئینہ دار ہیں۔ میرے سوچنے کا جو ڈھنگ ہو گا، میرے تمام کاموں اور باتوں کا رنگ وہی ہو گا۔(۶)

زندگی میں جتنی اُتھل پتھل ہو گی اتنی ہی نفسیاتی تبدیلیاں بھی واقع ہوں گی۔ عام انسان جو ایک ہی مقام یا ایک ہی حیثیت میں زندگی بسر کرتا ہو اس کی نفسیاتی حالت بھی اتنی ہی مستقل ہوتی ہے۔ لیکن جو انسان زندگی کے کسی بڑے واقعے یا تبدیلی سے گزرتا ہو اس کے اندرون میں تبدیلیوں کا عمل بھی اتنا زیادہ ہوتا ہے۔ ہجرت انسانی زندگی میں بڑی اور نمایاں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ ہجرت سے نہ صرف بیرونی حالات میں تبدیلی آتی ہے بلکہ اس سے زیادہ اندرونی تغیرات و تلاطمات پیدا ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی میں ہجرت کے کئی روپ ہیں۔ ہجرت کرنے والے مہاجرین کی کئی قسمیں ہیں۔ کوئی حالات کی ناہموار ی یازندگی کے اسباب کی کمی کی بنیاد پر اپنا وطن ترک کرتا ہے تو کوئی جنگ و جدل کی وجہ سے جان بچانے کی خاطر زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں چلا جاتا ہے۔اسی طرح مہاجر کی ایک اور قسم بھی ہے جو معاشی حالات کی بہتری کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر کسی خوشحال وطن میں بسیرا کرلیتا ہے۔ بہر حال حالات جو بھی ہوں مہاجر کو غیر معمولی بیرونی واندرونی ہیجانات و تبدیلیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اکیسویں صدی عالمگیریت کی صدی ہے۔اس دور میں دنیا کا کوئی فرد اپنے علاقے یا وطن تک محدود نہیں رہ سکتا۔انسانی زندگی و معاشرت برق رفتار تبدیلیوں کی زد میں ہے۔دنیا کی آبادی مسلسل تغیرات و تحیرات سے دوچار ہورہی ہے۔عالمگیریت نے نظریات وعقائد، سیاست و حکومت، تہذیب و معاشرت، اقتصاد و معاش اور لسان وادب ہر قدر کو چھیڑا ہے اوراس کے روپ کو واضح تبدیلیوں سے روشناس کیا ہے۔ان اثرات سے مقیم لوگ بھی محفوظ نہیں رہ پارہے، لیکن مہاجرین کی زندگیاں، اندر و باہر ہر دو زاویوں سے بہت زیادہ تغیرات کی زد میں ہیں۔ واضح رہے کہ اس مقالے میں مہاجر کی اصطلاح ان افراد کے لیے استعمال کی جارہی ہے جو ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کریں،ایک ہی ملک کے اندر ہجرت یا ترکِ سکونت کر کے دوسرے مقام پر بس جانے والے یہاں شاملِ موضوع نہیں ہیں۔

زمانۂ حال میں عالمی منظر نامے پر نظر ڈالی جائے تو مہاجرین کی چار قسمیں سامنے آتی ہیں:

ا۔ جنگی مہاجرین وہ لوگ جو جنگ کی وجہ سے اپنے گھروں اور علاقوں سے ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں،

ب۔ معاشی مہاجرین: وہ لوگ جو بہتر معاشی حالت کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑ گئے ہیں،

ج۔ نظریاتی مہاجرین: وہ لوگ جن کو نظریاتی اختلاف کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر کسی اور مقام پر پناہ لینا پڑی ہے،

د۔ معاشرتی مہاجرین: وہ لوگ جن کو اپنے معاشرے کے مقابلے میں کوئی اور معاشرہ زیادہ بہتر لگا اور اپنا معاشرہ چھوڑ کے وہاں ہجرت کی ہے۔

مہاجرین کی اس درجہ بندی کو دیکھا جائے تو اس کے دو زُمرے بنتے ہیں۔ایک وہ مہاجرین جو اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ جنگی مہاجرین اور نظریاتی مہاجرین کا تعلق اس زُمرے سے ہے۔دوسرا زُمرہ اُن مہاجرین کا ہے جو اپنے مستقبل کو محفوظ و بہتر بنانے کے خیال سے اپنا وطن چھوڑ جاتے ہیں۔اس درجے میں معاشی مہاجرین اور معاشرتی مہاجرین آتے ہیں۔ان مہاجرین

میں سے صرف پہلی قسم کے مہاجرین اپنی اصل کی طرف واپسی کا رجحان زندہ رکھتے ہیں، باقی کی تینوں اقسام اپنے مستقبل کا تعین کر چکے ہوتے ہیں، اور ان کو اپنی اصل کی طرف واپسی کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔

مٹی کی محبت انسان کی فطرت ہے۔اپنی مٹی چھوڑنا نہ کوئی خوشگوار تجربہ ہوتا ہے اور نہ کوئی آسان فیصلہ۔ لیکن کچھ خاص حالات ہی کی بنیاد پر لوگوں کو اپنی مٹی چھوڑنی پڑتی ہے۔ مہاجر کو مٹی چھوڑتے ہوئے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔اس کا ماضی، اس کی گذشتہ زندگی اور اس کے تعلقات و رشتے جہاں پیوست ہوتے ہیں ان سب سے علاحدہ ہونا ایک مشکل فیصلہ ہوتا ہے جس کی بنیاد پر اسے جسمانی، ذہنی، روحانی کے علاوہ معاشی و معاشرتی تبدیلیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک طویل ماضی سے کٹ کر نئی فضاؤں اور نئی ہواؤں سے دوچار ہوتا ہے جس میں اسے ہر لمحے ایک نئے انقلاب کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔اسے ماضی کی وابستگی کی جڑوں سے خود کو کاٹنا اور نئی بنیادوں سے تعلق استوار کرنا ہوتا ہے۔

نفسیات کا اصول ہے کہ باہر کی دنیا میں جتنی زیادہ تبدیلی ہو گی اُتنے زیادہ اثرات اندرونی دنیا پر بھی مرتب ہوں گے۔ انفس کی دنیا آفاق سے ہی جُڑی ہے۔ آفاق کے اثرات انفس پر پڑتے ہیں، اسی طرح انفس کے اثرات ردعمل کی شکل میں واپس آفاق پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چوں کہ اپنی جنم بھومی کو چھوڑ کر نئی زمینوں میں بس جانے والوں کی زندگی بہت تغیرات سے آشنا ہوتی ہے اس لیے ان کی بطون کی دنیا بھی بہت متاثر ہوتی ہے۔ یہ اثرات کئی قسم کے ہوتے ہیں جن میں سیاسی، معاشی، معاشرتی، روحانی، نظریاتی اور لسانی اثرات بطورِ خاص قابلِ توجہ ہوتے ہیں۔

دورِ جدید میں الیکٹرانک میڈیا نے زمین کی طنابیں کھینچ دی ہیں۔ کوئی ملک یا علاقہ تو دور کی بات، انٹرنیٹ نے دنیا بھر کے افراد تک کو ایک دوسرے سے آشنا کر دیا ہے۔ ہر فرد دنیا بھر کے سیاسی منظر نامے سے متاثر ہوتا ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی میں آگے اقوام دنیا کی دیگر اقوام کی ذہنیت پر بھی اثر انداز ہو رہی ہیں۔ پسماندہ اقوام کے افراد اپنی حکومتوں اور اپنے نظامِ سیاست کو بھی ترقی یافتہ اقوام کے مقابلے میں کم تر سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے پسماندہ اقوام و ممالک کے افراد اپنا ملک و زمین کو چھوڑ کر خوشحال و پر رونق ممالک کی طرف ہجرت کے خواب دیکھتے ہیں جس کے لیے وہ ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جو افراد ان ممالک میں پہنچ جاتے ہیں وہ اپنی اقوام کو مزید کم تر سمجھنے لگتے ہیں۔

سیاسی عالمگیریت کے اثرات یہاں ختم نہیں ہو جاتے بلکہ کمزور اور کم ترقی یافتہ اقوام کی حکومتیں اور حکمران طبقات بھی ترقی یافتہ اور طاقتور اقوام کی دست نگر ہوتے ہیں۔ ایسے ممالک کی حکومتیں ان کے اشاروں پر بنتی ٹوٹتی ہیں۔ان ممالک کے خلاف بولنے یا سوچنے والے

افراد و جماعتیں اپنے ممالک میں نہ حکومت حاصل کر سکتی ہیں اور نہ چلا سکتی ہیں۔اقتدار کے فیصلے سیاسی عالمگیر طاقتوں کی مٹھی میں ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقتور ممالک میں ہجرت کر جانے والے ان ممالک کے مہاجر بھی اتنے طاقتور ہوتے ہیں جن کے سامنے ان کے اصل ممالک کی حکومتیں بے بس ہوتی ہیں،اس طرح عالمگیریت کے پنجے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں۔

نظریاتی عالمگیریت بنیادی طور پر طاقت کے گرد گھومتی ہے۔انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نظریات ہمیشہ طاقت سے جنم لیتے ہیں۔بشری تاریخ میں نظریات کا اہم ترین منبع مذہب ہے۔مذہبی نظریات ہمیشہ سے ہی سب سے زیادہ مقبول و مؤثر رہے ہیں۔مذہبی نظریات کی بنیادوں میں بھی طاقت کے نکتے کو مرکزیت حاصل ہے۔ہر نظریہ طاقت کے اتباع،طاقت کے حصول یا طاقت کی باقاعدگی سے جنم لیتا ہے۔اس نکتے کو دیکھ کے عالمی منظر نامے پر نظر ڈالی جائے تو یہاں پر بھی طاقت ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔پرانے مذہبی نظریات کو ترک کیا جا رہا ہے اور جدید یوٹیلیٹیرین اپروچ (Utilitarian Approach) کو اپنایا جا رہا ہے جس کی جڑیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیوست ہیں۔

> عالم گیریت نے مجموعی طور پر انسانی زندگی کے کم و بیش سبھی شعبوں کی کایا کلپ کی ہے اور اس طرح مذہب کی بجائے عقلیت، برادری کی بجائے انفرادیت، روحانیت کی بجائے مادیت، مابعد الطبیعیات کی بجائے سائنس، کلیت کی بجائے تجزی، تفصیل کی بجائے اختصار، باطن کی بجائے ظاہر، وضاحت کی بجائے ابہام کے رجحانات سامنے آئے ہیں۔(۷)

انسان زمین کا بیٹا ہے،زمین کے سینے سے اسے جینے اور آگے بڑھنے کی توانائی ملتی ہے۔یہ زمین کے جس حصے پر ہوتا ہے وہاں ہی کے نظریات اس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔لیکن عالمگیریت نے زمین کے فاصلے سمیٹ لیے ہیں،اس لیے زمین کے ہر حصے پر نظریات میں اُتھل پتھل کی کیفیت طاری ہے۔دیگر وسائل کی طرح ذرائعِ ابلاغ بھی بالادست اقوام کی تحویل میں ہیں اس لیے ان ہی کے نظریات کا پرچار جاری ہے۔ہجرت کرنے والے افراد چونکہ اپنی زمین سے بھی کٹ چکے ہوتے ہیں اس لیے وہ ایسے حالات میں آسان شکار ثابت ہوتے ہیں۔ان کے وطنی نظریات کی عمارت بہت جلد زمین بوس ہو جاتی ہے اور گلوبلائزڈ نظریات ان کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔یہ لوگ اپنے نظریات کو تج کر نئے نظریات کو نہ صرف اپنا لیتے ہیں بلکہ ان کے انتہا پسند حامی بھی بن جاتے ہیں۔

ابتدائے تہذیبِ انسانی کا جائزہ یہ نکتہ سامنے لاتا ہے کہ معاش و اقتصاد کی بنیاد پر ترقی و تنزل کے فیصلے برپا ہوتے ہیں۔جو اقوام خوشحال و خود کفیل ہوں وہ عزت و بقا کی حقدار قرار پاتی ہیں جب کہ دوسری اقوام ان کی دست نگر اور غلام ہوتی ہیں یا وہ معدوم ہو جاتی ہیں۔

اقتصاد و معاش بقا کی طاقت کے ذرائع ہیں اس لیے معاشی طور پر مضبوط اقوام و ممالک عالمی سیاست و نظریات کے مالک و مختار ہوتے ہیں۔ آج کی دنیا دولت کی دنیا ہے اور دولت کے ذرائع پیداوار تجارت پر مبنی ہیں۔ جدید دور کے ترقی یافتہ ممالک نت نئے قوانین بنا رہے ہیں جن کے ذریعے وہ انسانی نقل و حرکت پر پابندیاں بڑھا رہے ہیں اور اجناس و اجزا کی نقل و حمل کے راستے کھول رہے ہیں۔

> "عالمگیریت وسیع پیمانے پر تجارت کی ترقی، خرید و فروخت کی سرگرمی اور دنیا کو ایک عالمی منڈی کی شکل دینے کے حوالے سے نہایت فعال کردار کی حامل ہے"۔(۸)

اقتصادی عالمگیریت پر بحث کرتے ہوئے یاسر ندیم لکھتے ہیں:

> اقتصادی عالمگیریت یہ چاہتا ہے کہ صنعت و تجارت کے میدان، ملکی حدود میں محدود نہ رہیں؛ بلکہ ہر شخص کو انفرادی طور پر یا کسی گروپ کی شکل میں یہ اختیار حاصل ہو کہ دوسرے ملک کی تجارت میں سرمایہ کاری کرے اور اس کے بدلے نفع حاصل کرے، اسی کو اصطلاح میں عالمی تجارت سے تعبیر کیا گیا۔(۹)

اقتصادی میدان کی کامیابی صارفین کی کثرت پر منحصر ہے۔ اگر صارفین کم ہوں گے تو رسد زیادہ ہو جائے گی اور کھپت کم، جس کا لامحالہ نتیجہ پیداواری افراد کے نقصان کی صورت سامنے آئے گا۔ اور اگر صارفین زیادہ ہوں تو پیداواری افراد کے وارے نیارے ہوں گے اور ان کی دولت خوب بڑھے گی۔ اسی اصول کو دیکھتے ہوئے پیداواری طاقتیں صارفین کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے اپنا میدان وسیع کرتی ہیں۔ میدانِ اقتصاد کی انھی حیلوں، حربوں اور گھاتوں کی وضاحت کرتے ہوئے رشید مصباح لکھتے ہیں:

> طلب اور رسد کے سرمایہ دارانہ اصول کے مطابق رسد طلب سے زیادہ ہو جائے تو کارخانے بند ہونے لگتے ہیں اور سرمایہ سکڑنے لگتا ہے اور سرمایہ دارانہ معیشت بحرانوں کی زد میں آجاتی ہے۔ بحران کے اس عمل کا توڑ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مال کی فروخت کے لیے نئی منڈیاں تلاش کی جائیں۔ موجود منڈیوں میں صارفیت کے رجحان کو بڑھاوا دے کر نئے گاہک پیدا کیے جائیں۔ لیکن اس سارے عمل کے باوجود دولت اکٹھی کرنے کی بھوک بڑھتی چلی جاتی ہے۔ دولت کی اس بڑھتی ہوئی بھوک نے سرمایہ دار ممالک میں پہلے کارپوریٹ کلچر تشکیل دیا پھر اس کارپوریٹ کلچر نے کارپوریٹ مافیا کو جنم دیا۔ کارپوریٹ مافیا کے گٹھ جوڑ نے

ملٹی نیشنل کمپنیوں کے وجود کو جنم دیا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں نے پوری دنیا کی معیشت کو اپنے مضبوط شکنجے میں لینے کے لیے مزدوروں کے انٹرنیشنلزم کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ عالمگیریت کا جال بُننا شروع کیا۔ سرمایہ دارانہ عالمگیریت کے پاس اب انتہائی مؤثر ہتھیار ہر نئے دن، نئی ٹیکنالوجی سے نئی قابل فروخت اشیا کے انبار، فلسفیانہ موشگافیوں پر مبنی سامراجی نظریات، کمرشلزم پر مبنی ثقافت، مواصلات و اطلاعات کے نئے طریقے اور نئے ذریعے اور دوسروں پر انحصار کرنے والی طفیلی معیشتوں کی صورت میں وافر مقدار میں تشکیل پا چکے ہیں۔(۱۰)

اقتصادی عالمگیریت نے منڈیوں میں ضروری اور غیر ضروری دونوں طرح کی اشیا کی فراوانی کر دی ہے جس سے ایک طرف لوگوں کو ہر شے آسانی سے مل رہی ہے، لیکن دوسری طرف ایسی اشیا کے استعمال کا رجحان بھی بڑھایا جا رہا ہے جو ضروری نہیں، لیکن معاشرتی مسابقت کو ہوا دے کر اسے بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ یاسر ندیم کے الفاظ میں:

"اقتصادی عالمگیریت کے نتیجے میں جہاں اقتصادی کھلے پن اور آزادانہ تجارت کو فروغ ملا ہے، وہیں اس سے وابستہ بہت سے خطرات بھی سامنے آئے ہیں"۔(۱۱)

اقتصادی عالمگیریت کی وجہ سے ترکِ وطن میں اضافہ ہوا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ترقی یافتہ ممالک کی خوشحالی دیکھ کر غریب ممالک کے افراد ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہوتے ہیں لیکن وہاں کے توطّن کے لیے بے تاب ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اقتصادی عالمگیریت کا سیلاب بھی تارکینِ وطن کے ذریعے تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ عرفان احسن پاشا کے بقول:

"تارکینِ وطن عالمگیریت کے پھیلاؤ کا اہم ذریعہ ہیں جو دوسرے ممالک کے ساتھ تعلق استوار کرنے اور وہاں کی ثقافت کو اپنے ملک میں لانے اور اپنی ثقافت کو میزبان ملک میں لے جانے کے لیے براہِ راست آلہ کار کے طور پر کام کرتے ہیں"۔(۱۲)

ترکِ وطن کا دھارا ہمیشہ کمزور سے طاقتور اور غریب سے امیر ممالک کی طرف جاتا ہے، جس سے ہوتا یہ ہے کہ تارکینِ وطن نئے وطن کے طور طریقے اپنا کے اس کے اثرات اپنے اصل وطن تک پہنچاتے ہیں جس کی وجہ سے کمزور و غریب ممالک میں بھی ان اشیا کا فیشن بن جاتا ہے اور ان ممالک کی معیشت پر اور بوجھ آ جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر اشرف کمال:

"خواہشیں خریدنے کے چکر میں انسان دنیا کے بازار میں اکثر اوقات خود بھی بِک رہا ہوتا ہے۔
۔۔۔اور ایک وہ وقت بھی آتا ہے جب کہ سارا نظریہ اور فلسفہ صرف اور صرف اشیائے ضرورت کے گرد گھومتا نظر آتا ہے"۔(۱۳)

تارکینِ وطن وطنِ غیر میں رہتے ہوئے خود تو وہاں کے باشندوں کے طرزِ زندگی کو للچا کے دیکھتے ہیں اور اس کو اپناتے ہوئے ہانپ ہانپ جاتے ہیں لیکن اپنے اصل ممالک میں متوطن افراد کو خود سے کم تر سمجھ کر اپنی تسلی کا سامان کر لیتے ہیں۔

عالمگیریت کے عالمگیر بہاؤ کا ایک دھارا معاشرتی/ثقافتی عالمگیریت بھی ہے۔طاقتور کی ہر ادا ایسے بھی زیردستوں کو پیاری لگتی ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ طاقت حاصل کرنے والوں کی سمجھ بھی باقیوں سے زیادہ ہوتی ہے،اس لیے ان کی زندگی کے سارے سلیقے اور طریقے دوسروں کے لیے مثالی اور نمونے قرار پاتے ہیں۔ان کی سیاست و اقتصاد کی طرح ان کی زبان و ثقافت بھی زیردستوں پر راج کرتی ہے۔

دورِ موجود میں دنیا ایک عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔زندگی کے باقی معاملات کی طرح تہذیب و ثقافت کے فاصلے بھی ختم ہو گئے ہیں۔عالمگیری طاقتوں کی ثقافت دنیا بھر میں قبولیت حاصل کرتی جا رہی ہے۔اس کا وسیلہ بھی تارکینِ وطن/مہاجرین بن رہے ہیں کیونکہ ان ہی کے ذریعے اقوامِ بالادست کی ثقافت دنیا کے دیگر خطوں میں عملی نمونے کے ساتھ پہنچ رہی ہے۔

عالمگیر معاشرے میں دنیا کے بڑے بڑے شہروں اور بالخصوص ترقی یافتہ ممالک کے شہروں میں ایسی مخلوط کمیونٹی کا اظہار ہوا ہے جہاں ایک جگہ پر کام کرتے ہوئے یا کہیں انتظار گاہ یا کسی کافی بار میں بیٹھے لوگ بیک وقت کئی کئی ملکوں اور الگ الگ ثقافتوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس مخصوص جگہ پر کسی نہ کسی وجہ سے اکٹھے ہونے کے باعث ایک عالمگیر معاشرہ وجود میں آجاتا ہے جس میں کئی مقامی ثقافتیں مل کر ایک بڑی اور عالمگیر وسعت میں ضم ہو کر بین الاقوامی معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔(۱۴)

ذرائع ابلاغ کی اشتہار بازی کے ذریعے پسماندہ معاشروں کے اذہان مرعوب ہو چکے ہوتے ہیں،اس لیے غالبوں کی ہر ادا مرعوبوں کو مرغوب لگتی ہے اور وہ ان کو اپنانے کے لیے ہمہ وقت کمربستہ ہوتے ہیں۔جب مہاجرین/تارکینِ وطن کے ذریعے وہ عملی مظاہرہ دیکھتے ہیں تو ان کی پیروی میں تسکین محسوس کرتے ہیں۔ترقی یافتہ اقوام کی ثقافتی یلغار پر بحث کرتے ہوئے مولانا یاسر ندیم لکھتے ہیں:

> عالمگیریت جہاں سیاسی اور اقتصادی سطح پر اپنے آپ کو نافذ کرنا چاہتا ہے ، وہیں تہذیب و ثقافت کو بھی اپنے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے۔ سیاست اور معیشت کے بعد، اب اس کا مقصد یہ ہے کہ ثقافت کی بھی عالم کاری کر دی جائے اور پوری دنیا پر ایک ہی طرح کا تمدن مسلط کر دیا جائے، لوگوں میں رنگ و نسل کا اختلاف تو پایا جائے (جو قدرتی اور یقینی ہے)؛ لیکن زبان، مزاج و مذاق، رہن سہن اور معیارِ زندگی، حتی کہ فکر و نظر میں بھی مماثلت اور یگانگت قائم ہو جائے، لوگوں کی زبان ایک ہو، جب کہ بقیہ زبانیں تاریخ کے حوالے کر دی جائیں۔ ان کے احساسات و نظریات ایک طرح کے ہوں،تاکہ نظریات کے اختلاف کی وجہ سے، کسی کے مفادات کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ کھڑی ہو سکے اور ان کا طرزِ زندگی بھی ایک ہو تاکہ زندگی میں کار آمد اشیا کو بنانے اور فروخت کرنے والی کمپنیوں کو، کبھی کساد بازاری کی شکایت نہ ہو سکے۔(۱۵)

اپنے وطن کو چھوڑنے والوں کو سب سے پہلے ثقافتی ٹکراؤ سے واسطہ پڑتا ہے۔مذہب و تصورِ حیات، زبان، لباس اور خوشی غمی کی رسوم و تہوار ثقافت کے عناصرِ ترکیبی ہیں۔ ہجرت میں یہ سب عناصر تغیر و تبدل کی زد میں آ جاتے ہیں جس کا تسلیم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ان میں سے سب سے اہم اور مضبوط عنصر مذہب یا تصور حیات کا ہوتا ہے جس کی تبدیلی کے لیے بہت کم لوگ تیار ہوتے ہیں، حتی کہ وہ لوگ بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوتے جنھوں نے ترکِ وطن کے لیے بے حساب کوششیں کی ہوں۔ یہ عنصر، خاص طور سے مشرقی اقوام میں، اتنی مضبوطی سے ذہن و دل میں راسخ ہو چکا ہوتا ہے کہ دیارِ غیر میں بھی کوئی اس کی تبدیلی پر تیار نہیں ہوتا، اس لیے عالمگیریت کے حامی تھنک ٹینک بھی اس عنصر کو نہیں چھیڑتے، البتہ اس کی کانٹ چھانٹ کی کوشش ضرور کرتے ہیں جس سے دونوں اطراف کے لیے یہ قابلِ قبول رہتا ہے۔ دوسرے نمبر پر معاشرے میں عورت کی حیثیت اور کردار ہے جس میں تبدیلی مہاجرین کے لیے کارِ گراں ہوتا ہے۔ عورت کی حیثیت اور کردار کے حوالے سے ترقی یافتہ اور پس ماندہ معاشروں میں بُعد القطبین پایا جاتا ہے۔ خاص طور سے مشرقی اقوام عورت کی معاشرتی حیثیت میں تبدیلی کو تسلیم کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ اقوام مغرب میں خواتین کی حالت میں آنے والی تبدیلیوں کو بھی درست نہیں سمجھتیں۔ یاسر ندیم مغرب میں عورتوں کی آزادی و خود مختاری کو اُن کا ایک حیلۂ پرویزی قرار دیتے ہیں:

> اجتماعی عالم کاری کے لیے مغرب کا سب سے بڑا ہتھیار عورت ہے جس کو اس استعماری جنگ میں استعمال کر کے عالمگیری اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں۔(۱۶)

اسی طرح تارکینِ وطن کی زبان مختلف ہونے کے علاوہ ان کے لباس، اخلاقی و تہذیبی اقدار، خوشی غمی کی رسوم و تہوار اور اچھائی و برائی کے معیارات بھی مختلف ہوتے ہیں جن کو اپنانا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ جو قدر دل و دماغ میں طویل عرصے سے راسخ ہو چکی ہو اس کو کھرچ کے اس کی جگہ اس کا متضاد ڈالنے کا عمل ایک تکلیف دہ عمل ہوتا ہے جس سے ذہن و روح کو ایک عجیب اذیت و کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان ثقافتی عناصر میں سب سے آسان چیز لباس ہے جس کو تارکینِ وطن بآسانی اور جلدی تبدیل کر لیتے ہیں۔ دوسرا جُز زبان ہوتی ہے جس کی تبدیلی پر بھی وہ تیار ہو جاتے ہیں۔ تہوار اور رسوم و رواج میں وہ تطبیق کر لیتے ہیں، اپنے بھی جاری رکھتے ہیں اور دوسروں کے بھی اپنا لیتے ہیں۔

اقتصادی و سیاسی عالمگیریت ہر فرد کا مسئلہ نہیں ہوتا لیکن ثقافت ہر فرد کی روح میں رچی ہوئی ہوتی ہے اس لیے تارکینِ وطن کے لیے اس تبدیلی کو ہضم کرنا سب سے مشکل ہوتا ہے۔ خاص طور سے جب ان کی نئی نسلیں ان کی اپنی اقدار سے عدم تعلق کا اظہار کرتی ہیں تو یہ کرب ان کے لیے سہنا خاصا گراں ثابت ہوتا ہے۔ یہ افراد ایک عجیب الجھن میں گرفتار ہوتے ہیں جو اپنی ثقافت و اقدار کو تج بھی نہیں سکتے اور اس کو اپنانے کا بھی کوئی راستہ نہیں پاتے۔ کیونکہ اپنے غریب وطن میں واپس جانا نہ ان کے لیے قابلِ قبول ہوتا ہے اور نہ ان کی نسلِ نو کے لیے۔ اس لیے ان کو اس کرب سے گزرنا پڑتا ہے اور اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دورِ موجود میں لسانی عالمگیریت بھی زور شور سے آگے بڑھ رہی ہے۔ انگریزی کی دھاک پوری دنیا پر بیٹھ رہی ہے یا بٹھائی جا رہی ہے۔ انگریزی کو علم اور سائنس و ٹیکنالوجی کی زبان کہا جا رہا ہے اس لیے اس کا حلقۂ اثر بہت تیزی کے ساتھ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ انگریزی کے اس اثر و نفوذ کی بات غیر انگریزی ترقی یافتہ ممالک (جرمنی، فرانس، چین، جاپان) بھی کر رہے ہیں، لیکن ترکِ وطن کرنے والی قوموں کے اہلِ قلم خصوصی طور پر انگریزی کے اس غلبے کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ مولانا یاسر ندیم انگریزی زبان کے عالمی نفوذ پر بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> لسانی عالمگیریت: کیا واقعی کوئی ایسی زبان ہے جو مقامی دائرۂ کار سے نکل کر عالمی سطح پر آ گئی ہے؟ کیا حقیقتاً کوئی ایسی زبان ہے جو جغرافیائی حدود کو پار کر چکی ہے؟ کیا کوئی ایسی بھی زبان ہے جسے پوری دنیا کے لوگ اپنی اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر رابطے کا ذریعہ بنا رہے ہیں؟ ان سب سوالوں کا جواب اثبات میں ہے، کیوں کہ انگلش ہی ایک ایسی زبان ہے جس کی عالم کاری ہو رہی ہے، بایں معنی اس کو چند ملکوں کی جغرافیائی حدود سے نکال کر غیر محدود بنایا جا رہا ہے،

اور اب اس زبان کو بولنے والے صرف چند ممالک کے باشندے ہی نہیں ہیں، بلکہ ہر ملک کی آبادی کا معتدبہ تناسب، یہ زبان اپنا چکا ہے۔(۱۷)

جدید دنیا میں انگریزی زبان کا غلبہ اتنی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے کہ اس کی وجہ سے کئی زبانیں خطرے سے دوچار ہو رہی ہیں۔ انگریزی زبان کے الفاظ کا نفوذ تو ہر زبان میں زوروں پر ہے۔ لیکن اگر مہاجرین کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ بھی اپنی مادری زبان کو چھوڑنے اور میزبان زبان کو اپنانے پر مجبور ہیں۔ آبائی وطن کی طرح مادری زبان کے ساتھ بھی ان کی جذباتی وابستگی ہوتی ہے لیکن اس کی شدت اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ ان کو غالب زبان کے اپنانے میں کوئی تردد پیش آئے۔ماحول سے مطابقت حاصل کرنے کے لیے انھیں ایک اور زبان سیکھنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے جو ایک اچھا عمل سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور سے مشرقی ممالک میں تو زبان دانی کا ویسے بھی بڑا رواج پایا جاتا ہے اور بچوں کو کئی زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ جس کو جتنی زیادہ زبانیں آتی ہیں وہ اتنا ہی قابل و لائق سمجھا جاتا ہے،اور پھر وطنِ عزیز پاکستان میں تو انگریزی زبان کو ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔ یہ علمیت و قابلیت کی علامت بھی ہے اور اعلیٰ سماجی حیثیت کی نشانی بھی۔اس لیے اس عمل کو مہاجرین آسانی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور دوسری زبان کے طور پر میزبان ملک کی زبان کو اپنا لیتے ہیں۔ لیکن اس کا نقصان مہاجرین کی اپنی زبانوں کو ہوتا ہے کہ ان کی اگلی نسلیں اپنی زبانیں اور اپنی ثقافت بھول جاتی ہیں۔

حاصلِ بحث:

عالمگیریت نے اقوامِ عالم کی نفسیات کو اتنا متاثر کیا ہے کہ لوگ مادی آسائش و سہولت کی خاطر اپنے اوطانِ مالوف تک کو ترک کر رہے ہیں۔ جس طرح دیہات سے شہروں کی طرف مہاجرت کا سلسلہ جاری ہے اسی طرح عالمی سطح پر پسماندہ ممالک سے ترقی یافتہ ممالک کی طرف ہجرت کا دھارا بھی روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہجرت زندگی کا ایک بڑا فیصلہ ہوتا ہے جو زندگی سے متعلقہ تمام عناصر میں بڑی تبدیلیاں لاتا ہے۔اس کی وجہ سے مہاجرین کو اگر ایک طرف اندرونی و بیرونی تغیرات و تلاطمات سے گزرنا پڑتا ہے تو دوسری طرف عالمگیریت سے متاثرہ حالات میں انھیں غیر مہاجر لوگوں پر تفاخر و تعلی کے مواقع بھی ملتے ہیں۔اس لیے یہ سلسلہ کم ہونے کی بجائے بڑھ رہا ہے۔ ترکِ وطن کے نتیجے میں مہاجرین کو جن چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں مادی و نظریاتی تجارت؛زنانِ بازاری کے عورتوں کی زندگی پر اثرات؛ میڈیا،پیسہ ، معاش، مادیت کی طرف رجحان؛ روحانیت ،خلوص اور وفا کی موت؛ زبان ، تنقیدی نظریات اور تحقیق پر اثرات، کھیل و مشاغل اور صنفی و فکری اثرات جیسے عناصر شامل ہیں۔ موجودہ رجحانات سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ سلسلہ رکنے تھمنے والا نہیں بلکہ مزید بڑھنے والا ہے۔

حوالہ جات

۱۔صدف سلطان،عالمگیریت۔ مسلم دنیاپر ثقافتی اثرات (تحقیقی مقالہ برئے پی ایچ ڈی)،ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب،لاہور،۲۰۱۰ء،ص۸

۲۔ناصر عباس نیّر، "عالمگیریت اور اردو کا مستقبل: لسانی تناظر "مشمولہ "عالمگیریت اور اردو اور دیگر مضامین"،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۵ء، ص ۱۳

۳۔یاسر ندیم،عالمگیریت اور اسلام،دارالاشاعت، کراچی،۲۰۰۴ء ص ۵۸

۴۔محمد عرفان احسن پاشا، "اردو ادب اور عالمگیریت: ایک تجزیاتی مطالعہ "مشمولہ "اورینٹل کالج میگزین"، جلد۸۸، شمارہ۴، ۲۰۱۳ء، ص ۱۶۹

۵۔ Marx & Hillix, Systems and Theories in Psychology, National Book Foundation, Islamabad, No Date. P. 139

۶۔رئیس امروہوی، نفسیات و مابعد النفسیات،ویلکم بُک پورٹ، کراچی،۲۰۱۳ء، ص ۳۷

۷۔محمد عرفان احسن پاشا،اردو ادب اور عالم گیریت: ایک تجزیاتی مطالعہ، ص ۱۶۸

۸۔محمد اشرف کمال، "عالمگیریت، اردو غزل اور صارفیت "مشمولہ "ترجیحات"، جلد دوم، شمارہ پنجم، مئی ۲۰۲۲ء، ص ۳۴

۹۔یاسر ندیم،عالمگیریت اور اسلام، ص ۱۶۹

۱۰۔رشید مصباح،عالمگیریت، ترقی پسند ادب اور پاکستان، سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۵ء ص ۴

۱۱۔یاسر ندیم،عالمگیریت اور اسلام، ص ۱۶۹

۱۲۔محمد عرفان احسن پاشا،اردو ادب اور عالمگیریت: ایک تجزیاتی مطالعہ، ۱۷۹

۱۳۔محمد اشرف کمال،عالمگیریت، اردو غزل اور صارفیت، ص ۴۹

۱۴۔محمد عرفان احسن پاشا،اردو ادب اور عالمگیریت: ایک تجزیاتی مطالعہ، ص ۱۸۰

۱۵۔یاسر ندیم،عالمگیریت اور اسلام، ص ۲۶۵

۱۶۔ایضاً، ص ۳۷۳

۱۷۔ایضاً، ص ۳۰۵

References:

1. Sadaf Sultan, Aalamgiriat: *Muslim Dunya par Saqafati Asarat* (Ph.D Dissertation), Idara e Uloom e Islamia, Punjab University, Lahore, 2010, p. 08
2. Nasir Abbas Nayyar, Aalamgiriat aur Urdu ka Mustaqbal: Lisani Tanazur, *Aalamgiriat aur Urdu aur Deegar Mazaamin*, Sang e Meel Publications, Lahore, 2015, p. 13
3. Yasir Nadeem, *Aalamgiriat aur Islam*, Dar ul Isha'at, Karachi, 2004, p. 58
4. Muhammad Irfan Ahsan Pasha, Urdu Adab aur Aalamgiriat: Aik Tajziati Mutaala, *Oriental College Magazine*, Vol. 88, No. 04, 2013, p.169
5. Marx & Hillix, *Systems and Theories in Psychology*, National Book Foundation, Islamabad, No Date, p. 139
6. Raees Amrohvi, *Nafsiat w Ma-baad un Nafsiat*, Welcome Book Port, Karachi, 2013, p. 37
7. Muhammad Irfan Ahsan Pasha, Urdu Adab aur Aalamgiriat: Aik Tajziati Mutaala, p. 168
8. Muhammad Ashraf Kamal, Aalamgiriat, Urdu Ghaza aur Saarifiat, *Tarjeehaat*, Vol. 02, No. 05, May 2022, p. 34
9. Yasir Nadeem, *Aalamgiriat aur Islam*, p. 169
10. Rasheed Misbah, *Aalamgiriat, Taraqqi Pasand Adab aur Pakistan*, Sang e Meel Publications, Lahore, 2015, p. 04
11. Yasir Nadeem, *Aalamgiriat aur Islam*, p. 169
12. Muhammad Irfan Ahsan Pasha, Urdu Adab aur Aalamgiriat: Aik Tajziati Mutaala, p. 179
13. Muhammad Ashraf Kamal, Aalamgiriat, Urdu Ghaza aur Saarifiat, p. 49
14. Muhammad Irfan Ahsan Pasha, Urdu Adab aur Aalamgiriat: Aik Tajziati Mutaala, p. 180
15. Yasir Nadeem, *Aalamgiriat aur Islam*, p. 265
16. Ibid, p. 373
17. Ibid, p. 305